www.KitaboSunnat.com
© rasailojaraid.com

دارالافتاء — حضرت مولانا سعید مجتبیٰ السعیدی

اہلِ میت کی طرف سے کھانا کھلانے کی شرعی حیثیت

میاں محمد صدیق مغل قادری رضوی ۹/۱۱ دہلی کالونی کراچی ۳ سے لکھتے ہیں:

"محترم ومکرم حضرت مولانا مفتی صاحب مدظلہ العالی ——— السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ،

عرض یہ ہے کہ اکثر جگہ یہ رسم ہے کہ جب کسی کی وفات ہو جاتی ہے تو ابھی میت کو اول منزل بھی نہیں کیا جاتا کہ اہلِ میت کو کھانا وغیرہ پکوانے کی فکر اور میت کے اعزہ و اقارب و احباب کی عورتوں کے لیے پان چھالیہ وغیرہ کی فکر ہو جاتی ہے۔ اور بعد اول منزل کے قبرستان میں ہی اعلانِ دعوت کر دیا جاتا ہے کہ تمام شامل حضرات ٹکڑا توڑ کر جائیں۔ اس طرح پہلے ہی دن جبکہ اہلِ میت رنج والم میں مبتلا ہوتے ہیں، انہیں اس طرح یہ اہتمام کرنا پڑتا ہے جیسے خوشی کے موقع پر کیا جاتا ہے۔ پھر اسی طرح تیسرے دن پھر آٹھویں دن۔ اس طرح یہ سلسلہ چالیس دن تک چلتا رہتا ہے۔ بعد چالیس دن کے "چالیسویں" کے نام سے ایک دعوت اس طرح ہوتی ہے کہ اس میں پرتکلف کھانے، چائے، سگریٹ، پان چھالیہ کا خاص اہتمام کیا جاتا ہے۔ اس کو دیکھ کر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہاں شادی کی کوئی تقریب ہے۔

محترم آپ یہ فرمائیے کہ اہلِ میت کی طرف سے کھانے کی دعوت کرنا کیا شرعاً جائز ہے؟ جبکہ اہلِ میت اس دعوت سے ذہنی اور مالی طور پر کافی پریشان اور زیر بار ہوتے ہیں، وہ بھی مجبوراً اس رسم کو نبھانے کے لیے قرض لیتے ہیں اور بعد میں قرض اتارنے کے لیے گھر کا سامان تک فروخت کرنا پڑتا ہے اور اس طرح مفلسی مستقل طور پر ان کے ہاں اپنا ڈیرہ ڈال لیتی ہے۔ اگر ان کو منع کیا جائے تو وہ جواباً کہتے ہیں کہ تم یہ چاہتے ہو کہ برادری میں ہماری ناک کٹ جائے اور تمام عمر ہم اپنے رشتہ داروں

© rasailojaraid.com

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com
© rasailojaraid.com

کے ٹھٹھے سنیں۔

آپ یہ فرمائیے کہ :

۱۔ غم کے موقع پر کھانے کی دعوت کرنا کیا شرعاً جائز ہے؟

۲۔ ایسی دعوت سے میت کو کوئی فائدہ پہنچے گا؟

۳۔ ایسی دعوت کرنے والے اور اس میں شرکت کرنے والے معصیت کے مرتکب ہوں گے یا نہیں؟

۴۔ کھانے کی دعوت شرعاً کس کس موقع پر جائز ہے؟

برائے مہربانی مندرجہ بالا سوالات کے مدلل جوابات قرآن، حدیث و فقہ حنفیہ کی روشنی میں عنایت فرما کر عند اللہ ماجور ہوں ——— والسلام!"

الجواب بعون اللہ الوہاب

محترم سائل کے اس طویل سوالنامہ میں ہی دراصل کئی جواب پوشیدہ ہیں۔ یوں معلوم ہوتا ہے کہ اس سوال سے ان کا مقصود اپنے اُن قادری، رضوی بھائیوں کو بدعات سے بچانا ہے جو فقہ حنفیہ کے نام لیوا ہونے کے باوجود سرتاپا ان میں غرق ہیں، جبھی انہوں نے اس تمام سلسلہ کو "رسم" قرار دیا، اس کے ہولناک نتائج کا تفصیلی نقشہ کھینچا اور قرآن وحدیث کے علاوہ فقہ حنفیہ کی روشنی میں بھی سوالات کا جواب لکھنے کی طرف توجہ دلائی ہے ——— ان کے اسی قابلِ قدر جذبہ کی بناء پر ہم اس مسئلہ پر تفصیل سے روشنی ڈالیں گے ——— وَمَا تَوْفِيْقُنَا اِلَّا بِاللّٰهِ وَهُوَ الْهَادِيْ اِلَى الصَّوَابِ وَاِلَيْهِ الْمَرْجِعُ وَالْمَآبُ!

معلوم ہونا چاہیئے کہ دینِ اسلام کی تکمیل تو اللہ تعالیٰ کے آخری نبی ورسول حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی ہی میں اسی دن ہو گئی تھی، جب یہ آیت نازل ہوئی تھی:

"اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا" (المائدۃ: ۳)

کہ "آج کے دن میں نے تمہارے لیے تمہارا دین مکمل کر دیا، اپنی نعمت تم

© rasailojaraid.com
محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com
© rasailojaraid.com

پر پوری کر دی اور میں نے تمہارے لیے اسلام کو بطورِ دین پسند فرما لیا ہے"۔
لہٰذا اب اس دین میں کسی قسم کی کوئی کمی بیشی یا ترمیم کی گنجائش باقی نہیں ہے۔
اسی طرح آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشادِ گرامی ہے:

"تَرَکْتُ فِیْکُمْ اَمْرَیْنِ لَنْ تَضِلُّوْا مَا تَمَسَّکْتُمْ بِھِمَا کِتَابُ اللّٰہِ وَسُنَّةُ نَبِیِّہٖ"۔

(مؤطا امام مالکؒ، باب النہی عن القول بالقدر ج ۲ ص ۲۰۸)

کہ "میں تم میں دو چیزیں چھوڑ کر جا رہا ہوں، تم جب تک ان دونوں کو مضبوطی سے تھامے رکھو گے ہرگز گمراہ نہ ہو گے، اولاً اللہ کی کتاب، ثانیاً اس کے نبی کی سنت!" ——

مذکورہ بالا آیتِ کریمہ اور ارشادِ نبوی سے معلوم ہوا کہ دین کی بنیاد صرف اور صرف کتاب اللہ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے۔ نیز ہمارا ایمان ہے کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کی طرف سے آئی ہوئی جملہ تعلیمات اور ہدایات اُمت تک من وعن پہنچا دیں —— درج ذیل حدیث ملاحظہ ہو:

"عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَیُّھَا النَّاسُ لَیْسَ مِنْ شَیْءٍ یُّقَرِّبُکُمْ اِلَی الْجَنَّةِ وَیُبَاعِدُکُمْ مِنَ النَّارِ اِلَّا قَدْ اَمَرْتُکُمْ بِہٖ وَلَیْسَ شَیْءٌ یُّقَرِّبُکُمْ مِنَ النَّارِ وَیُبَاعِدُکُمْ مِنَ الْجَنَّةِ اِلَّا قَدْ نَھَیْتُکُمْ عَنْہُ" ——

(مشکوٰۃ ص ۴۵۲)

کہ "ہر وہ چیز جو تمہیں جنت سے قریب اور جہنم سے دُور کر دے اس کے کرنے کا میں نے تمہیں حکم دے دیا ہے۔ اور جو جو چیز تمہیں جہنم سے قریب اور جنت سے دُور کر دے اس سے منع کر دیا ہے"۔

پس جس چیز کا ذکر شریعتِ مطہرہ میں بالکل نہ ہوا سے دینی و شرعی حیثیت دے کر باعثِ اجر و ثواب سمجھتے ہوئے جاری و اختیار کرنا بدعت کہلاتا ہے۔ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فرامین کے مطابق بدعت مردود اور ناقابلِ قبول ہے:

"عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ

© rasailojaraid.com

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com
© rasailojaraid.com

وَسَلَّمَ مَنْ اَحْدَثَ فِیْ اَمْرِنَا هٰذَا مَا لَیْسَ مِنْهُ فَهُوَ رَدٌّ ۔"

(متفق علیہ، بحوالہ مشکوٰۃ ص۲۷)

ایک دوسرے فرمان میں آپؐ نے بدعت کی مذمت فرماتے ہوئے بدعت کو گمراہی قرار دیا ہے :

"عَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَمَّا بَعْدُ فَاِنَّ خَیْرَ الْحَدِیْثِ کِتَابُ اللّٰهِ وَخَیْرَ الْهَدْیِ هَدْیُ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَشَرَّ الْاُمُوْرِ مُحْدَثَاتُهَا وَکُلَّ مُحْدَثَةٍ بِدْعَةٌ وَکُلَّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ"

(رواہ مسلم بحوالہ مشکوٰۃ ص۲۷)

کہ "سب سے بہتر بات اللہ تعالیٰ کی کتاب ہے اور سب سے بہتر ہدایت محمد صلی اللہ علیہ وسلم (کا فرمان) ہے۔ اور سب سے برے کام دین میں نئے امور ہیں، ہر نیا کام بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے ۔"

پس معلوم ہوا کہ جن چیزوں کی بنیاد قرآن وسنت میں نہ ہو، اُسے نیکی کی حیثیت دے کر اختیار کر لینا بدعت ہے۔ خواہ وہ عمل بظاہر کتنا ہی اچھا، مفید اور پسندیدہ کیوں نہ لگتا ہو، اللہ تعالیٰ کے ہاں اس کی کوئی حیثیت اور وقعت نہیں ۔ کیونکہ ایسا شخص گویا یہ اعتقاد رکھتا ہے کہ دینِ خداوندی نامکمل اور ناقص ہے اور وہ اپنے اس عمل سے دین کی تکمیل کرنا چاہتا ہے۔

ایسی قسم کے لوگوں کے بارے میں ارشادِ ربانی ہے :

"قُلْ هَلْ نُنَبِّئُکُمْ بِالْاَخْسَرِیْنَ اَعْمَالًا ۝ اَلَّذِیْنَ ضَلَّ سَعْیُهُمْ فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا وَهُمْ یَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ یُحْسِنُوْنَ صُنْعًا ۝ اُولٰٓئِکَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا بِاٰیٰتِ رَبِّهِمْ وَلِقَآئِهٖ فَحَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فَلَا نُقِیْمُ لَهُمْ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ وَزْنًا ۝ ذٰلِکَ جَزَآؤُهُمْ جَهَنَّمُ بِمَا کَفَرُوْا وَاتَّخَذُوْٓا اٰیٰتِیْ وَرُسُلِیْ هُزُوًا"

(الکہف: ۱۰۲ تا ۱۰۶)

© rasailojaraid.com
محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com
© rasailojaraid.com

(اے نبیؐ!) آپ فرما دیجیئے، کیا ہم تمہیں ایسے لوگوں کی خبر نہ دیں جو اعمال کے لحاظ سے سراسر خسارے میں مبتلا ہیں، یہ وہ لوگ ہیں کہ دنیا میں ان کی کوششیں رائیگاں گئیں، حالانکہ ان کا گمان یہ ہے کہ وہ بڑے اچھے عمل کر رہے ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنے رب کی آیات اور اس سے ملاقات کا انکار کیا۔ پس ان کے اعمال ضائع ہو گئے، ان کے لیے ہم روزِ قیامت وزن قائم نہیں کریں گے۔ ان کے اس انکار اور آیاتِ الٰہی نیز رسول اللہ سے استہزاء کی سزا جہنم ہے۔" ـــــ العیاذ باللہ!

آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت و اتباع میں انسان کے لیے نجات ہے۔ مسلمان آدمی کو وہی عمل کرنا چاہیئے، جس کا آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قول و عمل سے ثبوت ہو۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

"لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ" (الاحزاب: ۲۱)

کہ "تمہارے لیے اللہ کے رسولؐ کی زندگی میں بہترین نمونہ ہے۔"

اسلافِ اُمت بھی اتباعِ سنت ہی میں نجات کا عقیدہ رکھتے تھے:

"عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ كَانَ مَنْ مَضٰى مِنْ عُلَمَائِنَا يَقُوْلُوْنَ الْاِعْتِصَامُ بِالسُّنَّةِ نَجَاةٌ" (سنن دارمی ص۴۴ ج ۱)

"حضرت زہریؒ فرماتے ہیں، ہم سے پہلے علماء فرمایا کرتے تھے کہ عمل بالسنۃ میں ہی نجات ہے۔"

یہ امر بھی قابلِ توجہ ہے کہ جب بھی کوئی قوم بدعت کو اختیار کرے تو اللہ تعالیٰ کا قانون ہے کہ ان سے اسی قدر سنتیں اٹھالی جاتی ہیں:

"عَنْ غُضَيْفِ بْنِ الْحَارِثِ الثُّمَالِيِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا اَحْدَثَ قَوْمٌ بِدْعَةً إِلَّا رُفِعَ مِثْلُهَا مِنَ السُّنَّةِ فَتَمَسُّكٌ بِالسُّنَّةِ خَيْرٌ مِنْ اِحْدَاثِ بِدْعَةٍ"

(احمد۔ بزار۔ مشکوٰۃ ص۳۱)

کہ "جو کوئی قوم بدعت ایجاد کرے تو اس سے اتنی ہی سنت اٹھالی جاتی ہے۔ پس سنت پر عمل کرنا ایجادِ بدعت سے بہتر ہے۔"

© rasailojaraid.com
محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com
© rasailojaraid.com

نیز ارشادِ خداوندی ہے :

"وَمَآ اٰتٰكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا" (الحشر: ۷)

کہ "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو کچھ تمہیں دیں، اسے لو اور جس سے منع فرمائیں، باز رہو!"

لہٰذا مسلمان کا یہ شیوہ ہونا چاہیئے کہ جس چیز کا ثبوت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قول وعمل سے ملے، اسے قابلِ عمل سمجھے۔ اور ہر وہ چیز جس کا ذکر نہ قرآن میں ہو نہ آنحضرت کی سنت میں، اس سے اجتناب کرے۔

اس ضروری تمہید کے بعد اب ہم محترم سائل کے سوالات کے جوابات کی طرف آتے ہیں۔

۱۔ پہلا سوال یہ ہے کہ میت کی وفات کے بعد اہلِ میت کی طرف سے تیسرے، ساتویں، دسویں، چالیسویں روز پُر تکلف دعوتوں کی شرعی حیثیت کیا ہے؟ ـــــ جواباً عرض ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے بعد آپؐ کے اصحابِ کرامؓ سے اس قسم کی دعوتوں کا کوئی ثبوت نہیں ملتا۔ لہٰذا اسے بلا خوفِ تردید ایجادِ بندہ یعنی بدعت کہا جائے گا، جو کہ سراسر ناجائز بلکہ کبیرہ گناہ ہے، اس سے اجتناب کرنا چاہیئے اور اس قسم کے غلط رواجات ورسومات کی حوصلہ شکنی انتہائی ضروری ہے۔

چنانچہ جریر بن عبداللہ البجلی رضی اللہ عنہ کا بیان ہے :

"كُنَّا نَرَى الْاِجْتِمَاعَ عَلٰى اَهْلِ الْمَيِّتِ وَصَنْعَةَ الطَّعَامِ مِنَ النِّيَاحَةِ"

(احمد، ابن ماجہ، بَابُ مَا جَاءَ فِي النَّهْيِ عَنِ الْاِجْتِمَاعِ اِلٰى اَهْلِ الْمَيِّتِ وَصَنْعَةِ الطَّعَامِ مِنَ النِّيَاحَةِ)

کہ "ہم اہلِ میت کے پاس اجتماع کرنے اور ان کے کھانے کے انتظام کرنے کو نوحہ تصور کیا کرتے تھے۔"

جبکہ نوحہ کے ممنوع اور ناجائز ہونے کا سب کو علم ہے۔ بلکہ ایک حدیث میں تو آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نوحہ کرنے والوں اور سننے والوں پر لعنت فرمائی ہے۔ پس جیسے نوحہ کرنا حرام ہے اسی طرح اہلِ میت کے ہاں لوگوں کا جمع ہونا اور وہاں کھانا کھانا بھی حرام ہے۔ لہٰذا میت کے دفن کے تیسرے، چوتھے یا کسی بھی روز اہلِ میت کا، موت کی

© rasailojaraid.com
محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com
© rasailojaraid.com

وجہ سے کھانا پکانا اور لوگوں کو کھلانا حرام اور ناجائز ہے۔

اہلِ میّت کو کھانے کا انتظام کرنے کی تکلیف دے کر مقروض اور زیرِ بار کرنا ویسے بھی نامناسب اور اخلاقی جرم ہے۔ کیونکہ وہ تو پہلے ہی غم زدہ اور مصیبت زدہ ہوتے ہیں، انہیں اتنی فرصت اور ہوش کہاں کہ اتنی بڑی بڑی جماعتوں کے لیے کھانوں کا انتظام کر سکیں؟ اسی لیے اصل شرعی مسئلہ یہ ہے کہ متعلقین، دوست احباب وغیرہ انہیں کھانا بہم پہنچائیں:

"عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ جَعْفَرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِصْنَعُوْا لِاٰلِ جَعْفَرٍ طَعَامًا فَاِنَّهُ قَدْ اَتَاهُمْ اَمْرٌ يُّشْغِلُهُمْ" (سنن ابی داود، بَابُ صَنْعَةِ الطَّعَامِ لِاَهْلِ الْمَيِّتِ، سنن ابن ماجہ، بَابُ مَا جَآءَ فِي الطَّعَامِ يُبْعَثُ اِلٰى اَهْلِ الْمَيِّتِ، جامع الترمذی، بَابُ مَا جَآءَ فِي الطَّعَامِ يُصْنَعُ لِاَهْلِ الْمَيِّتِ، مصنف عبدالرزاق ۳/۵۵۰)

یعنی "آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آلِ جعفر کے لیے کھانا تیار کرو۔ کیونکہ ان کو ایسا معاملہ درپیش آگیا ہے (وفات کا)، کہ جس نے ان کو مشغول کر دیا ہے۔"

لوگوں نے اس حدیث پر تو عمل چھوڑ دیا اور ایجادِ بندہ کو اختیار کر لیا ـــــ گویا لوگوں کے اس عمل سے آں حضرتؐ کے اس فرمان کی عملی تصدیق ہو گئی کہ جو لوگ بدعت اختیار کرتے ہیں، ان سے اسی قدر سنّت اٹھالی جاتی ہے!

اہلِ میّت کے ہاں سے کھانا کھانے کے جواز میں اہلِ بدعت کی طرف سے ایک دلیل پیش کی جاتی ہے، جو مشکوٰۃ کے ص۵۴۴ پر وارد ہے، اس کا خلاصۂ ترجمہ یہ ہے کہ عاصم بن کلیب کی روایت سے ایک انصاری صحابی فرماتے ہیں، ہم آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں ایک جنازے کے ساتھ نکلے، واپسی پر اس میّت کی بیوی کی طرف سے ایک شخص آں حضرتؐ کو دعوت پر بلانے کے لیے آیا۔ آپؐ نے اس کی دعوت قبول فرمائی۔ اور صحابہ کرامؓ بھی وہاں شریک ہوئے۔ لہٰذا اہلِ میت کے ہاں سے کھانا جائز ہوا۔

© rasailojaraid.com
محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com
© rasailojaraid.com

لیکن یہ ان لوگوں کی کم علمی کی دلیل ہے کیونکہ :

۱۔ یہ دعوت میت کی بیوی کی طرف سے نہ تھی۔ مشکوٰۃ کی اس روایت میں موجود لفظ "داعی امرأتہٖ" سے ان لوگوں کو دھوکا ہوا ہے۔ صاحبِ مشکوٰۃ نے یہ حدیث سُنن ابی داؤد کے حوالہ سے ذکر کی ہے۔ اس میں "داعی امرأۃ" کے لفظ ہیں ۔۔۔ "امرأتہٖ" مشکوٰۃ میں غلطی سے درج ہو گیا ہے۔

اسی طرح یہ حدیث مسند احمد ج ۵ ص ۲۹۳، سنن دارقطنی ج ۲ ص ۵۴۵ (طبع قدیم) سُنن کبریٰ بیہقی ج ۶ ص ۹۷ پر بھی ہے۔ ان تمام کتبِ حدیث میں "دَاعِیُ امْرَأَۃٍ" کا لفظ ہے۔ "داعی امرأتہٖ" کے الفاظ نہیں۔ لہٰذا معلوم ہوا کہ دعوت دینے والی عورت میت کی بیوہ نہ تھی، کوئی دوسری عورت تھی۔

۲۔ حضرت جریر بن عبداللہ البجلیؓ کا بیان گزرا کہ ہم لوگ اہلِ میّت کے ہاں اجتماع اور وہاں سے کھانا کھانے کو نیاحت سمجھا کرتے تھے۔ تو یہ کیسے ممکن ہے کہ وہ جس کام کو ناجائز کہتے ہوں خود کریں؟ یہ بعید از عقل ہے۔

۳۔ یہ ناممکن ہے کہ خاوند کی وفات کے فوراً بعد ابھی لوگ اسے دفن کرنے سے واپس بھی نہ ہوئے ہوں اور وہ کھانا تیار کرنے بیٹھ گئی۔ کیونکہ وہ تو غمزدہ اور مصیبت زدہ ہے۔ اس کی اولاد بھی باپ کی وفات پر پریشان ہو گی۔ انہیں تو اپنا بھی ہوش نہ ہو گا کجا ایک بڑی جماعت کے کھانے کا انتظام کرنا۔ ذرا سوچئے تو سہی!

۴۔ دعوت کرنے والی عورت میّت کی بیوی نہ تھی۔ مسند احمد ج ۵ ص ۴۰۸ میں ہے کہ میت انصاری مرد تھا اور یہی حدیث سُننِ کبریٰ میں ہے۔ اس میں صاف لکھا ہے کہ عورت قریشیہ تھی (ملاحظہ ہو سُنن کبریٰ للبیہقی ج ۶ ص ۹۷) اگر وہ دونوں خاوند بیوی تھے تو اس کے ذکر میں کوئی حرج نہ تھا۔

۵۔ بالفرض والمحال مشکوٰۃ سے پیش کردہ الفاظ "داعی امرأتہٖ" صحیح مان بھی لیے جائیں تو بھی بات بنتی نظر نہیں آتی۔ کیونکہ اس عورت نے دعوت کا انتظام میت کی وفات کی وجہ سے نہیں کیا بلکہ وہ تو اس سے قبل ہی دعوت کا انتظام کر رہی تھی۔ چنانچہ ملاحظہ ہو مسند احمد ج ۴ ص ۲۹۴ :

"فَقَالَتْ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اِنَّہٗ کَانَ فِیْ نَفْسِیْ اَنْ

© rasailojaraid.com
محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com
© rasailojaraid.com

اَجْمَعَكَ وَمَنْ مَعَكَ عَلٰى طَعَامٍ ۔ الخ ۱"

کہ "اس عورت نے کہا "اللہ کے رسول" میرا یہ ارادہ تھا کہ آپ کو اور آپ کے ساتھیوں کو کھانے پر جمع کروں ۔"

لہٰذا مذکورہ بالا وضاحت سے معلوم ہو گیا کہ اہلِ میت کی طرف سے لوگوں کی دعوت کرنے کے جواز پر کوئی نقلی دلیل نہیں ہے، بلکہ یہ تو عقل کے بھی خلاف ہے۔ کیونکہ دعوت ہمیشہ خوشی کے موقع پر کی جاتی ہے نہ کہ غمی کے وقت۔

اب مقتدر احناف مفتیانِ کرام کے فتوے اور فیصلے ملاحظہ ہوں:

۱۔ ابن الھمام حنفی لکھتے ہیں:

"يُكْرَهُ اتِّخَاذُ الضِّيَافَةِ مِنَ الطَّعَامِ مِنْ أَهْلِ الْمَيِّتِ لِأَنَّهُ شُرِعَ فِي السُّرُورِ لَا فِي الشُّرُورِ وَهِيَ بِدْعَةٌ مُسْتَقْبَحَةٌ"

(فتح القدیر شرح ہدایہ)

کہ "اہلِ میت کی طرف سے کھانے کی ضیافت کرنا منع ہے، کیونکہ ضیافت خوشی کے موقعہ پر ہوتی ہے نہ کہ غمی کے موقع پر۔ نیز اس قسم کی ضیافت بدعتِ شنیعہ ہے۔"

۲۔ یہی الفاظ و عبارت حنفیہ کی مشہور کتاب "مراقی الفلاح" میں بھی ہیں۔

۳-۴-۵-۶-۷: فتاویٰ خلاصہ۔ سراجیہ۔ ظہیریہ۔ تاتارخانیہ اور عالمگیری میں ہے ۔

وَاللَّفْظُ لِلسِّرَاجِيَّةِ (الفاظ سراجیہ کے ہیں):

"لَا يُبَاحُ اتِّخَاذُ الضِّيَافَةِ عِنْدَ ثَلٰثَةِ أَيَّامٍ فِي الْمُصِيبَةِ"

کہ "غمی میں تیسرے دن کی دعوت ناجائز ہے۔"

جبکہ "خلاصہ" میں اس پر زائد الفاظ یوں ہیں:

"لِأَنَّ الضِّيَافَةَ تُتَّخَذُ عِنْدَ السُّرُورِ"

"کیونکہ دعوت تو خوشی (کے موقع) پر ہوتی ہے۔"

۸۔ فتاویٰ قاضی خاں میں ہے:

"يُكْرَهُ اتِّخَاذُ الضِّيَافَةِ فِي أَيَّامِ الْمُصِيبَةِ لِأَنَّهَا أَيَّامُ تَأَسُّفٍ فَلَا يَلِيقُ بِهَا مَا يَكُونُ لِلسُّرُورِ" (کتاب الحظر والاباحۃ)

© rasailojaraid.com

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com
© rasailojaraid.com

"ایامِ مصیبت میں ضیافت مکروہ ہے، کیوں کہ یہ افسوس کے دن ہیں۔ ان ایام میں خوشی والا کام جائز نہیں۔"

۹۔ امام بزازی "وجیز" میں لکھتے ہیں :

"یُکْرَہُ اتِّخَاذُ الطَّعَامِ فِی الْیَوْمِ الْاَوَّلِ وَالثَّالِثِ وَبَعْدَ الْاُسْبُوْعِ۔"

یعنی "میت کی وفات کے پہلے، تیسرے یا ساتویں روز کے بعد کھانے کی ضیافتیں کرنا مکروہ ہے۔"

مذکورہ بالا تصریحات اور حنفی فقہاء کی تحریروں سے معلوم ہوا کہ میت کی وفات کے بعد اہتمام کے ساتھ دعوتوں کا انتظام کرنا اور تقاریب کا انعقاد کرنا بدعت اور ناجائز ہے۔ اس کے علاوہ اس مسئلے پر ایک دوسری حیثیت سے بھی غور کرنا ضروری ہے کہ ورثاء میں عموماً یتیم بچے اور نابالغ اولاد ہوتی ہے اور بعض ورثاء موقع پر موجود نہیں ہوتے۔ لہٰذا ان نابالغوں اور غیر موجود وارثوں کی اجازت کے بغیر ان کا مال کھایا جانا حرام ہے۔ درج ذیل آیاتِ قرآنی ملاحظہ ہوں :

"اِنَّ الَّذِیْنَ یَاْکُلُوْنَ اَمْوَالَ الْیَتٰمٰی ظُلْمًا اِنَّمَا یَاْکُلُوْنَ فِیْ بُطُوْنِهِمْ نَارًا وَسَیَصْلَوْنَ سَعِیْرًا" (النساء:۱۰)

"جو لوگ یتیموں کا مال ناحق کھاتے ہیں، بلاشبہ اپنے پیٹ میں انگارے بھرتے ہیں۔ یہ لوگ عنقریب جہنم میں داخل ہوں گے۔"

جبکہ مالِ غیر میں بلا اذنِ مالک تصرف بھی ناجائز ہے :

"وَلَا تَاْکُلُوْٓا اَمْوَالَکُمْ بَیْنَکُمْ بِالْبَاطِلِ" (البقرۃ:۱۸۸)

"تم آپس میں، اموال، ناجائز طریقوں سے نہ کھاؤ"

نیز اس قسم کی محافل میں عورتیں جمع ہو کر عموماً نوحہ، بین، مصنوعی رونا پیٹنا، چیخنا چلانا اور دیگر منکر (ناجائز) افعال کا ارتکاب کرتی ہیں، جو کہ حرام ہیں۔ پھر ان لوگوں کی دعوت کرنا گناہ کے کام پر تعاون کے مترادف ہے۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے اس سے منع فرمایا ہے :

"وَتَعَاوَنُوْا عَلَی الْبِرِّ وَالتَّقْوٰی وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَی الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ" (المائدۃ: ۲)

کہ "نیکی اور تقویٰ میں تعاون کرو، گناہ اور زیادتی کے کام میں تعاون نہ کرو۔"

© rasailojaraid.com
محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com
© rasailojaraid.com

تو پھر جب اہلِ میت کی طرف سے طعام کا اہتمام ہی بے بنیاد اور بے اصل ہے تو ایسے لوگوں کے لیے یہ انتظام بطریقِ اولیٰ غلط اور ناجائز ہوا۔

عام طور پر دیکھا گیا ہے کہ لوگ ان رواجات و رسومات کی ادائیگی کی خاطر اپنی ہمت و بساط سے بڑھ کر مشقت اٹھاتے ہیں۔ جیسا کہ محترم سائل نے بھی اس بات کا ذکر کیا ہے کہ اہلِ میت اس قسم کی دعوتوں سے ذہنی، مالی طور پر پریشان اور زیرِ بار ہوتے ہیں۔ نادار، مفلس اور غریب لوگ بھی اوروں کی دیکھا دیکھی اس رسم کو لازماً نبھاتے ہیں اور بعد میں قرض کی ادائیگی میں خواہ مخواہ پریشان ہوتے ہیں۔ حالانکہ بہت سے شرعی احکام و فرائض کے مکلّف صرف اصحابِ استطاعت لوگ ہی ہیں۔ مثلاً زکوٰۃ، حج، عقیقہ، قربانی وغیرہ۔ یہ غیر مستطیع حضرات کے لیے ضروری نہیں۔ کجا ایک ایجاد کردہ رسم، جو صرف دنیا داری کے لیے بنائی گئی، اس کے لیے زائد از استطاعت تکلیف کیونکر جائز ہو گی؟ ——— ویسے بھی عقلمندوں کی دنیا میں کہیں یہ نہیں دیکھا گیا کہ غمی کے موقعہ پر کوئی شخص دعوتوں کا اہتمام کرتا ہو۔ دعوت ہمیشہ خوشی کے موقعہ پر ہوتی ہے نہ کہ غمی کے موقعہ پر! ——— ایک بار پھر حنفی بزرگوں کے اقوال ملاحظہ فرمالیں ——— مزید وضاحت کے لیے بریلویوں کی مستند کتاب احکامِ شریعت حصّہ سوم صفحہ ۲۹۲ کا مطالعہ بھی مفید رہے گا۔

۲۔ دوسرا سوال یہ ہے کہ ایسی دعوت سے میت کو کوئی فائدہ پہنچے گا؟ ——— تو اس کا جواب یہ ہے کہ جب اصل کام ہی بے بنیاد ہے تو اس پر اجر و ثواب کی امید کرنا نادانی ہے۔ اگر مقصود ایصالِ ثواب ہو تو اس کے لیے بھی صرف وہی طریقہ قابلِ عمل اور جائز ہے جس کا ثبوت سُنّت سے واضح طور پر ملتا ہو ——— تفصیل ملاحظہ ہو:

"عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا مَاتَ الْاِنْسَانُ انْقَطَعَ عَنْهُ عَمَلُهٗ اِلَّا مِنْ ثَلٰثَةٍ اِلَّا مِنْ صَدَقَةٍ جَارِيَةٍ اَوْ عِلْمٍ يُّنْتَفَعُ بِهٖ اَوْ وَلَدٍ صَالِحٍ يَّدْعُوْ لَهٗ" (رواہ مسلم، مشکوٰۃ ص ۳۲)

"جب انسان فوت ہو جاتا ہے تو اس کے اعمال کا سلسلہ منقطع ہو جاتا ہے سوائے تین چیزوں کے (یعنی ان کا ثواب مرنے کے بعد بھی میت کو (از خود) ملتا رہتا ہے): (۱) صدقہ جاریہ (۲) وہ علم جس سے فائدہ اٹھایا جائے (۳) صالح اولاد جو میت کے لیے دُعا کرے۔"

© rasailojaraid.com

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com
© rasailojaraid.com

ابنِ ماجہ کی ایک روایت کے مطابق، علم سکھاتے، نیک اولاد چھوڑ جاتے، مسجد تعمیر کراتے، مسافروں کے لیے آرام گاہ بناتے اور صحت و سلامتی کی حالت میں کئے ہوئے صدقہ کا ثواب، انسان کو مرنے کے بعد بھی پہنچتا رہتا ہے۔

اسی طرح مسند احمد اور دیگر کتبِ حدیث میں ہے کہ حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی والدہ کے انتقال کے موقع پر آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ" ان کے حق میں کونسا صدقہ بہتر ہے؟" فرمایا ــــ " پانی!" ــــ تو حضرت سعدؓ نے ماں کی طرف سے کنواں کھدوا دیا۔

لہٰذا ایصالِ ثواب کے لیے مندرجہ بالا صورتیں جائز ہیں۔ دعوتوں کا کوئی ثبوت نہیں ہے اور نہ ہی ان سے ایصالِ ثواب ہوتا ہے۔

۳۔ تیسرے سوال کہ: " ایسی دعوت کرتے اور اس میں شرکت کرنے والے معصیت کے مرتکب ہوں گے یا نہیں؟" ــــ کا جواب یہ ہے کہ چونکہ اس قسم کی دعوت غیر مشروع اور حنفی فقہاء کی تحریروں کی روشنی میں بھی نا جائز ہے تو اس کا انتظام اور اس میں شرکت کرنے والے "تعاون علی الاثم والعدوان" کے زمرے میں آ کر عاصی اور گناہ گار ہوں گے۔ مسلمان آدمی کو ہر اس محفل اور دعوت میں شرکت سے اجتناب لازم ہے، جہاں خلافِ شرع کام ہو۔

ایک بار آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت فاطمہؓ کے ہاں تشریف لے گئے، وہاں منقش کپڑوں سے ڈھانپی ہوئی دیوار دیکھ کر آپؐ دروازہ سے ہی واپس ہو گئے۔ اور فرمایا:

"إِنَّهُ لَيْسَ لِي أَوْ لِنَبِيٍّ أَنْ يَدْخُلَ بَيْتًا مُزَوَّقًا" (سنن ابی داؤد، بَابٌ فِي الرَّجُلِ يُدْعَى فَيَرَى مَكْرُوهًا) یعنی کسی نبی کیلئے ایسے گھر میں داخل ہونا روا نہیں!

ابنِ بطال کا قول ہے:

"إِنَّهُ لَا يَجُوزُ الدُّخُولُ فِي الدَّعْوَةِ يَكُونُ فِيهَا مُنْكَرٌ مِمَّا نَهَى اللّٰهُ وَرَسُولُهُ عَنْهُ لِمَا فِي ذٰلِكَ مِنْ إِظْهَارِ الرِّضٰى بِهَا" (عون المعبود ۳/۴۰۳)

کہ "کوئی دعوت جس میں اللہ اور اس کے رسولؐ کے منع کردہ منکر افعال ہوں، وہاں جانا جائز نہیں کیونکہ اس میں جانا گویا اس عمل پر رضامندی کا اظہار ہے۔" ــــ

© rasailojaraid.com
محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com
© rasailojaraid.com

۴ ۔ رہا یہ سوال کہ "کھانے کی دعوت شرعاً کس کس موقعہ پر جائز ہے؟"
تو اس کا جواب یہ ہے کہ کسی بھی خوشی کے موقعہ پر مسلمان بھائیوں، دوستوں اور متعلقین کی دعوت کی جا سکتی ہے، کوئی ممانعت نہیں۔ احادیث میں شادی کے موقع پر ولیمے کی دعوت، عقیقے کی دعوت، سفر سے واپسی پر دعوت، وغیرہ کا ذکر آیا ہے۔
اللہ تعالیٰ ہم سب کو دینِ حنیف پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!
هٰذَا مَا عِنْدِيْ وَاللّٰهُ أَعْلَمُ بِالصَّوَابِ!

آسمانِ صحافت سے

کوکبِ علمی کا طلوع

جامعہ تعلیم الاسلام ماموں کانجن کی طرف سے ایک عظیم علمی، دینی، تبلیغی، تحقیقی، اصلاحی اور ادبی نہایت وقیع رسالہ بعنوان "مجلہ تعلیم الاسلام ماموں کانجن" آسمانِ صحافت سے بڑی آب و تاب سے ایک کوکبِ علمی بن کر طلوع ہو رہا ہے۔ جس میں ملک کے جید علمائے کرام، عظیم اربابِ دانش، مشہور اہلِ قلم کے رشحاتِ فکر پوری باقاعدگی سے شائع ہوا کریں گے۔ خصوصاً معارفِ قرآن، معارفِ حدیث، مسائل و احکام، تحقیق و تنقید، تاریخ و سیر۔ تعارف و تبصرۂ کتب، رفتارِ عالم، شعر و ادب، یادِ رفتگان، افکارِ معاصرین، اور بحث و نظر کے مستقل عنوانات پر اربابِ دانش اور اصحابِ علم داد تحقیق دیا کریں گے ــــ اس کے ادارۂ تحریر میں مولانا حافظ عبدالعزیز علویؔ، مولانا حافظ مقصود احمد، مولانا عبدالرشید راشدؔ، مولانا عبدالقادر ندوی اور مولانا ارشادالحق اثریؔ شامل ہیں۔
اس کے رئیس التحریر مولانا قاضی محمد اسلم صاحب سیفؔ فیروزپوری ہوں گے۔

سالانہ بدلِ اشتراک مبلغ چالیس روپے۔ ششماہی پچیس روپے اور فی پرچہ چار روپے ہوں گے۔
تمام ایجنٹ حضرات مطلوبہ تعداد سے جلد مطلع فرمائیں۔
نوٹ: اس کا پہلا شمارہ اکتوبر کے پہلے ہفتہ میں منصۂ شہود پر آ رہا ہے۔
مینیجر مجلہ تعلیم الاسلام، جامعہ روڈ ماموں کانجن ضلع فیصل آباد

© rasailojaraid.com
محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ